تحقیق و تنقید

جناب عبد الرؤف ظفر

قسط ۳ (آخری)

مسئلہ قربانی کی شرعی حیثیت

قربانی کی شرعی حیثیت :

قربانی کی اصل حقیقت متعین کرنے کے لیے ضروری ہے، پہلے قرآنِ مجید پھر حدیثِ رسول اللہ ﷺ، پھر اقوالِ صحابہؓ اور ائمہ پر غور کریں اور پھر تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں۔ اس سے قربانی کے متعلق منشا الٰہی، اسوۂ حسنہ اور عملِ صحابہؓ کا علم ہوگا اور اس کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوگا۔

قرآنِ مجید اور قربانی :

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

" وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ "۔ [1]

" اور ہم نے ہر ایک امت کے لیے قربانی مقرر کر دی تاکہ وہ لوگ اللہ کا نام لیں ان جانوروں پر جو اللہ نے اُن کو عطا فرمائے ہیں۔"

نیز فرمایا :

" وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ "۔ [2]

قربانی کے جانوروں کو ہم نے اللہ کے دین کی یادگار بنایا ہے، تمہارے حق میں

[1] الحج ۳۴ [2] ایضاً ۳۶

ان کے اندر بھلائی رکھ دی گئی ہے۔"

شعائر اللہ کے بارے میں ارشاد ہوا:

"وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ" [1]

کہ "جو کوئی شعائر اللہ کا ادب کرے گا، تو یہ دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔"

مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور معروف تابعی مجاہدؒ اس کا مفہوم یوں بتاتے ہیں:

"اِسْتِعْظَامُهَا وَاسْتِسْمَانُهَا وَاسْتِحْسَانُهَا" [2]

"اس کی عظمت کا خیال رکھنا، اس کا موٹا تازہ اور اچھا ہونا"

نیز فرمایا:

"قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" [3]

"فرما دیجئے، میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت جہان کے پروردگار کے لیے ہے!"

سورۃ الحج میں فرمایا:

"لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ" [4]

"اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ اُن کا خون، البتہ اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے"

سورۃ الکوثر میں یوں ارشاد ہوا:

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" [5]

"آپ اپنے رب کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے!"

---

[1] الحج: ۳۲ [2] جامع البیان فی تفسیر القرآن للطبری ج ۱۷، ص ۱۳۳ (ابو جعفر محمد بن جریر) [3] الانعام: ۱۶۲
[4] الحج: ۳۷، [5] الکوثر: ۲

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی پہلی امتوں میں بھی تھی اور یہ دینِ الٰہی کی یادگاروں میں سے ایک ہے جس کی تعظیم اہل ایمان کا کام ہے۔ قرآن مجید کے تمام مترجمین، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، مولانا محمود الحسن، مولانا اشرف علی تھانوی، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا مودودی، مولانا عبدالماجد دریا بادی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عبدالستار (رحمہم اللہ) وغیرہ نے بالاتفاق "وانحر" کے معنے قربانی کرنے کے کیے ہیں۔ جانور کی قربانی سے لے کر اللہ تعالیٰ انسان کو دوسری ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں وقت، مال، اولاد، حتیٰ کہ اپنی جان کی قربانی بھی شامل ہے۔

قربانی اور حدیثِ نبوی:

قربانی کے مسئلہ پر جو اعتراضات ہوئے ہیں ان میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قربانی کا تعلق حج سے ہے اور صرف حجاج کرام ہی قربانی کر سکتے ہیں۔ صاحبِ مضمون نے قربانی کی نفی کر کے اس کی بجائے صدقہ کرنے کا ایک نیا شوشہ چھوڑا ہے، جسے دیکھ کر حیرت ہوئی۔ تاہم ایسی احادیث درج کرتے ہیں جن میں ان دونوں اعتراضات کا مکمل رد ہو گا۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا:

"سب سے پہلا کام جس سے ہم آج کے دن کی ابتداء کرتے ہیں یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور پھر قربانی کرتے ہیں۔ جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہمارے طریقہ کو پالیا۔ اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا تو اس کا شمار قربانی میں نہیں بلکہ وہ گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے مہیا کیا۔" [۱]

۲۔ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے (جو آنحضرتؐ کی دس سال تک خدمت کرتے رہے) کہ حضورؐ اکرم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا تو اس نے اپنے لیے ذبح کیا اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی پوری ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کا طریقہ پالیا۔" [۲]

---

[۱] صحیح بخاری ج ۲، ص ۸۳۲، کتاب الاضاحی [۲] ایضاً

۳۔ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ "حضورؐ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔" [۱]

۴۔ حضرت نافع، حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "آں حضرتؐ عیدگاہ ہی میں قربانی کیا کرتے تھے۔ یعنی آنحضرتؐ کی قربانی کرنے کی جگہ پر۔" [۲]

۵۔ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ "ہم مدینہ میں قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر رکھ دیا کرتے تھے اور پھر اس کو نبیؐ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔" [۳]

۶۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں، میں نے ابوامامہ بن سہل انصاریؒ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ "ہم مدینہ میں قربانی کے جانور کو خوب کھلا پلا کر موٹا کرتے تھے اور عام مسلمانوں کا یہی طریقہ تھا۔" [۴]

۷۔ ابوعبید مولا ابن ازہر سے روایت ہے (مشہور تابعی) کہ انہوں نے حضرت عمر رضؓ کے ساتھ عیدالاضحیٰ کے روز نماز (عید) پڑھی۔ آپ رضؓ نے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

> "لوگو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام کو ان دونوں عیدوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک عید تو روزوں سے افطار کا دن ہے اور دوسری عید میں تم قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔" [۵]

۸۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی قربانی خود ذبح کریں۔ [۶]

۹۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے اپنے صحابہ کرام رضؓ میں قربانیاں تقسیم کیں۔ [۷]

۱۰۔ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ دن رکھنے سے منع فرمایا، پھر فرمایا "کھاؤ اور جمع کرو!" [۸]

۱۱۔ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے ارشاد فرمایا، صرف مسنّہ (دو دانت والا) ذبح کرو۔ اگر مشکل پڑ جائے تو بھیڑ کا جذعہ (ایک سال کا)

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۸۳۳ [۲] ایضاً ص ۸۳۳ [۳] ایضاً ص ۸۳۵ [۴] ایضاً ص ۸۳۲
[۵] ایضاً ۸۳۵ [۶] ایضاً ۸۳۴ [۷] مسلم الجامع الصحیح ج ۲ ص ۱۶۳ مسلم بن حجاج قشیریؒ [۸] ایضاً ص ۱۶۶

ذبح کرو۔[1]

۱۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ مدینہ منورہ میں دس سال رہے اور ہمیشہ قربانی کرتے رہے۔[2]

۱۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کو انسان کے عملوں میں سے خون بہانے سے بڑھ کر کوئی عمل محبوب نہیں ہے۔ قربانی کا جانور قیامت کے روز اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا۔ نیز قربانی کا خون زمین پہ گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ قبولیت حاصل کر لیتا ہے لہٰذا قربانی خوشی سے کیا کرو۔"[3]

۱۴۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا:

"فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللهِ؟"

"اے اللہ کے رسولؐ ہمارے لیے اس (قربانی) میں کتنا ثواب ہے؟" فرمایا:

"بِكُلِّ شَعْرٍ حَسَنَةٌ!"

"ہر بال کے بدلے ایک نیکی"

صحابہؓ کرام نے دوبارہ پوچھا، "اُون کے متعلق کیا خیال ہے؟" فرمایا، "اُون کے بھی ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔"[4]

۱۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ "ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے، عیدِ قربان آگئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے۔"[5]

---

[1] ایضاً ص ۱۶۳ [2] ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۹ (ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ)

[3] ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۲

[4] مسند احمد، سنن ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۲۹، کتاب الاضاحی

[5] ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۶

۱۶۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں آدمی اپنے اہل کی طرف سے ایک بکری ذبح کرتا تھا۔" [۱]

۱۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "جو شخص استطاعت رکھتا ہو پھر قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔" (مَنْ وَّجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔" [۲]

۱۸۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، "ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم جانور کی آنکھوں اور کانوں کو خوب غور سے دیکھ لیں۔ ہمیں اس جانور کی قربانی سے منع فرمایا جس کے کان کا اگلا حصّہ، پچھلا حصّہ کٹا ہوا ہو یا کان پھٹا ہوا ہو یا جس کے کان میں سوراخ ہو۔" [۳]

۱۹۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار قسم کے جانوروں کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔ (۱) لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو (۲) کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو (۳) بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو۔ (۴) کمزور جس کی ہڈیوں میں مغز باقی نہ رہا ہو۔" [۴]

یہ احادیث صحاح ستہ اور دیگر معتبر کتب احادیث سے درج کی گئی ہیں۔ ان تمام احادیث میں صحابہؓ اور ان کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کی اور دیگر مسلمانوں کے لیے، جو قربانی کرنے کی طاقت رکھتے ہوں، اس کو ضروری قرار دیا۔ اور قربانی کے دن خون بہانے کے عمل کو سب چیزوں سے بڑھ کر پسندیدہ بیان فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری کی قربانی کی اور آنحضرتؐ نے ان سب

---

[۱] ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۵۲

[۲] مسند احمد، سنن ابن ماجہ

[۳] ابوداؤد مع عون المعبود ج ۳ ص ۵۵، نسائی، دارمی، ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۲۸

[۴] " " " " ص ۵۴ ترمذی وابن ماجہ، موطا امام مالک ص ۴۹۵

جانوروں کی عمر کے متعلق بھی ہدایات فرمائیں۔ ان کو دیکھ بھال کر خریدنے کا حکم دیا اور نقص دار جانور کو ذبح کرنے سے منع فرمایا۔ عورتوں کی قربانی ان کے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا ثبوت ملتا ہے اور میت کی طرف سے قربانی کرنا بھی درست ثابت ہوا۔ اونٹ اور گائے میں حصہ دار شامل ہو سکتے ہیں۔ قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ رکھنا بھی درست ہے۔ طاقت رکھنے کے باوجود جو لوگ قربانی نہ کریں وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہوں میں مبغوض ہیں۔ ایک آدمی جو ادنیٰ معرفت بھی رکھتا ہو، وہ جانتا ہے کہ یہ ایسی احادیث ہیں جن پر انگشت نمائی نہیں کی جا سکتی۔ اگر محض اعتراض کرنا ہی مقصود ہو تو لوگ خدا تعالیٰ کی ذات پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ قرآن مجید کے منکر بھی موجود ہیں۔ احادیثِ رسول اللہ کے قطعی منکر بھی مل سکتے ہیں۔ اہلِ علم نے ان تمام کے جوابات دیے ہیں۔

قربانی۔ صحابہ کرامؓ، تابعین اور دیگر ائمہ:

اوپر کی احادیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرامؓ کا قربانی کرنا ثابت ہو چکا بلکہ آپؐ کے بعد صحابہ کرامؓ کا قربانی کرنا بھی بیان ہوا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے خطبے میں عید الاضحیٰ کو قربانی کا گوشت کھانے کا دن قرار دیا۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، حضرت انسؓ، حضرت موسیٰ اشعریؓ کی بیٹیوں کا خود قربانی کو ذبح کرنا معلوم ہوا۔ حضرت ابوامامہؓ بن سہل نے دیگر صحابہؓ کرام کا عمل بھی قربانی کرنے کا بتایا ہے۔ تاہم اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کے دیگر اقوال، اعمال، تابعین اور دیگر ائمہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کی آراء بھی درج کی جاتی ہے۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا، "قربانی سنتِ نبویؐ ہے" [۱]

۲۔ حضرت محمد بن سیرین مشہور تابعی ہیں۔ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے پوچھا، "کیا قربانی واجب ہے؟" تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

"ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ وَجَرَتْ بِہِ السُّنَّۃُ" [۲]

---

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۲ المحلیٰ ابن حزم ج ۷، ص ۳۵۸۔

[۲] ابن ماجہ حدیث ۳۱۲۷

کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اور مسلمانوں نے بھی قربانی کی اور یہ سنّت جاری ہوگئی"۔

ترمذی میں بھی ایسی ہی ان سے ایک روایت ہے، الفاظ کا آخر میں تھوڑا سا فرق ہے۔

۳۔ حضرت عطاءؒ سے روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قربانی خریدی، وہ گم ہوگئی تو انہوں نے اور خریدی، پھر وہ پہلی بھی مل گئی تو حضرت عائشہؓ نے دونوں کو ذبح کر دیا اور فرمایا، "یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی کہ میں دونوں کو قربان کروں گی" ۔ [۱]

۴۔ حضرت علیؓ اپنے پورے اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی کرتے تھے [۲]

۵۔ حضرت عمرؓ اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے قربانی کرتے تھے [۳]

۶۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سو اونٹ قربانی دیے، ترسیٹھ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کیے باقی حضرت علیؓ کو حکم دیا، انہوں نے ذبح کیے [۴]

۷۔ معالم السنن میں امام خطابی نے لکھا ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو مدِ نظر رکھ کر حضرات ابوہریرہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ ایک بکری کو ایک آدمی اور اس کے اہل خانہ کی طرف سے کافی سمجھتے تھے۔ امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ بھی اس کو جائز سمجھتے ہیں [۵]۔

۸۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت بلالؓ، ابومسعود بدریؓ اس کو سنّت مؤکدہ قرار دیتے ہیں۔ سید التابعین حضرت سعید بن مسیبؒ، علقمہؒ، اسودؒ اور عطاءؒ چاروں مشہور و معروف تابعی بھی اس کو سنّت مؤکدہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت

---

[۱] تلخیص الحبیر ج ۴، ص ۱۴۶ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن حجر عسقلانیؒ

[۲] کنز العمال ج ۵ ص ۱۱۸ علاء الدین علی متقیؒ

[۳] ایضاً

[۴] مسلم بحوالہ تلخیص الحبیر ج ۴ ص ۱۴۳

[۵] مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۳۵۱

امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ اس کو سنتِ مؤکدہ کہتے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اس کے وجوب کے قائل ہیں۔[1]

۹۔ امام مالکؒ نے فرمایا، "قربانی سنت ہے، میں کسی کے لیے اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اس کی استطاعت رکھنے کے باوجود اسے چھوڑ دے۔"[2]

ان اقوال، اعمالِ صحابہؓ اور تابعینؒ اور ائمہ متقدمینؒ سے ثابت ہوا کہ قربانی سنتِ نبوی ہے اور ان لوگوں نے اس سنتِ نبویؐ پر عمل کیا۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ حضرت ابو مسعود بدریؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ اس کو سنتِ مؤکدہ قرار دیتے ہیں۔ ان کی موجودگی میں قربانی نہ کرنے کے اقوالِ صحابہؓ کی کوئی وقعت ہی نہیں رہتی۔ لیکن اصرار کیا بھی جائے تو اس میں تصریح یہ موجود ہے کہ لوگ فرض قرار نہ دے دیں۔ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب میں اس بات کا اظہار فرمایا ہے۔[3]

امام سرخسی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ مالی عسرت کی حالت میں ایک دو سال قربانی نہیں کرتے تھے کہ لوگ اسے فرض نہ سمجھ لیں۔ دوسرے صحابہؓ کے اقوال کے متعلق بھی یہی بات ہے[4]۔ شہاب صاحب کے استدلال کی اہم کتاب "نیل الاوطار" میں، جہاں ان کی درج کردہ روایات کا ذکر ہے، وہاں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت بلالؓ، حضرت ابو مسعودؓ اور ابن عباسؓ کا ذکر کر کے لکھا گیا ہے:

"وَلَا حُجَّةَ فِي شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ"

کہ "یہ بات، کہ یہ لوگ قربانی نہیں دیتے تھے، قابلِ حجت نہیں ہے۔"[5]

لیکن یہ بات ان کو نظر نہیں آئی حالانکہ علمی دیانت کا تقاضا تھا کہ اس کو بیان کر دیتے۔ ان تمام باتوں کے باوجود قابلِ حجت کتاب و سنت ہیں۔ قربانی کے

[1] مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۳۴۹

[2] مؤطا امام مالک، ص ۴۹۷ کتاب الضحایا

[3] کتاب الام ج ۲ ص ۱۸۷ کتاب الضحایا محمد بن ادریس شافعیؒ

[4] المبسوط ج ۱۲، ص ۸ شمس الدین سرخسیؒ

[5] نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۱۹ محمد بن علی شوکانیؒ

سنتِ نبویؐ ہونے کی یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دورِ مبارک سے آج تک مسلمان نسلاً بعد نسلٍ اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اگر یہ عمل آنحضرتؐ کے بعد ایجاد کیا گیا ہوتا تو اس کی تاریخ ایجاد کا علم ہوتا! اس کے موجد کے متعلق مؤرخین اپنی کتب تاریخ میں ذکر کرتے، جس نے اس کو تمام مسلمانوں میں رائج کیا۔ اس کے مقامِ ایجاد کی نشاندہی کی جاتی۔ لیکن ایسا نہیں ہے اور نہ ہی کسی محدث یا مؤرخ نے اس کو اس طریقہ پر ایجاد شدہ عمل قرار دیا ہے۔ اور اگر ان تمام دلائل کے باوجود قربانی کے موضوع ہونے کا خیال ہے تو پھر یہ سلسلہ صرف قربانی پر ختم نہیں ہوگا بلکہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ بلکہ قرآنِ مجید بھی مشکوک ہو جائے گا۔ کیونکہ جن ذرائع سے ہمیں قربانی ملی ہے، انہیں ذرائع سے یہ چیزیں بھی ہمیں ملی ہیں۔

۳۔ پرندوں کی قربانی اور حاجت مند کی حاجت براری:

قرآن مجید میں قربانی کے متعلق، جیسا کہ پہلے بیان ہوا، یہ ارشاد ہے:

"وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ" (الحج ۳۴)

"ہم نے ہر ایک امت کے لیے قربانی مقرر کر دی تاکہ وہ لوگ اللہ کا نام لیں ان جانوروں پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائے ہیں"

جن انعام (چوپایوں) کی قربانی کی جانی چاہیے، ان کے متعلق قرآنِ مجید میں دوسرے مقام پر ذکر ہے:

"وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا ۚ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ - ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ ۖ مِّنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ - وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ" (الانعام: ۱۴۲، ۱۴۴)

"چوپایوں سے بڑے قد کے بھی ہیں اور چھوٹے قد کے بھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے

نقش قدم پر نہ چلو وہ تو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ آٹھ جوڑے پیدا کیے) دو قسمیں بھیڑوں سے، دو قسمیں بکری میں سے۔ آپ کہہ دیجئے آیا دونوں نروں کو (اللہ نے) حرام کیا ہے یا دونوں مادائوں کو یا اس (بچہ) کو جس کو وہ مادائیں اپنے رحم میں لیے ہوئے ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو مجھے دلیل کے ساتھ بتاؤ۔ اسی طرح اونٹ میں بھی دو قسمیں اور گائے میں بھی دو قسمیں"

ربیع بن انس سے روایت ہے کہ "حَمُولَةً" (بڑے قد کے یا بوجھ اٹھانے والے) سے مراد اونٹ اور گائے ہیں اور "فَرْشًا" (چھوٹے قد کے یا زمین سے لگے ہوئے) سے مراد بھیڑ اور بکری ہیں۔[1] عربی میں زوج کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تفسیر طبری میں ہے:

"اَلذَّکَرُ زَوْجُ الْاُنْثٰی وَالْاُنْثٰی زَوْجُ الذَّکَرِ"[2]

"مذکر مؤنث کا زوج ہے اور مؤنث مذکر کا زوج ہے"

جن جانوروں کی قرآنِ مجید نے وضاحت کی ہے ان کے علاوہ کسی جانور کی قربانی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا کسی اور کی جائز نہ ہوگی۔ جیسا کہ مرعاۃ المفاتیح میں یہ لکھا ہے:

"لَا یُجْزِئُ فِی الْاُضْحِیَّةِ غَیْرُ بَہِیْمَةِ الْاَنْعَامِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی لِیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَہُمْ مِّنْ بَہِیْمَةِ الْاَنْعَامِ" وَہِیَ الْاِبِلُ وَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ وَالْغَنَمُ صِنْفَانِ، اَلْمَعْزُ وَالضَّاْنُ وَلِاَنَّہٗ لَمْ یُنْقَلْ عَنِ النَّبِیِّ وَلَا عَنِ الصَّحَابَةِ التَّضْحِیَةُ بِغَیْرِ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ"[3]

بہیمۃ الانعام کے علاوہ قربانی نہیں ہو گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی ارشاد فرمایا

[1] جامع البیان فی تفسیر القرآن جلد ۸ ص ۴۷، تفسیر سورۃ الانعام للطبری
[2] ایضاً ص ۴۸
[3] مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۳۵۳ ابو الحسن عبید اللہ مبارکپوری

ہے اور وہ اونٹ، گائے اور غنم ہیں۔ غنم کی دو قسمیں ہیں، بکری اور بھیڑ۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے اونٹ، گائے اور غنم کے علاوہ کسی جانور کی قربانی مروی نہیں ہے۔" (بعض علماء نے بھینس کو گائے کی قسم قرار دے کر اس کی قربانی کو جائز لکھا ہے جبکہ بعض بطورِ احتیاط اس کو بھی جائز نہیں سمجھتے۔ (مرعاۃ المفاتیح)

مرغا تو ایک پرندہ ہے۔ یہ انعام میں شامل ہی نہیں ہے۔ حضرت بلالؓ سے جو مرغا قربانی کرنے کی روایت ہے اس کے متعلق "نیل الاوطار" کی عبارت لکھی جا چکی ہے کہ وہ قول ضعف کی بناء پر قابلِ حجت نہیں۔ ویسے بھی اجماعِ صحابہؓ کے خلاف اگر کسی صحابی کا مفرد قول ہو تو اس کو قبول نہیں کیا جا سکتا جبکہ حضرت بلالؓ کے عمل کی تو صحت ہی مشکوک ہے۔ اس بات کے علاوہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسنّہ (دو دانت والا) کے علاوہ کوئی جانور ذبح نہ کرو۔ اگر مشکل ہو تو بھیڑ کا جذعہ ذبح کرو۔" (صحیح مسلم)

لسان العرب میں ہے، "اس گائے اور بکری پر مسنّہ کا اطلاق ہو گا جو اپنے دو دانت گرا دے۔" [1]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی مسنّہ کی یہی تعریف کی ہے [2]

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے:

"وجہ تسمیہ بمسنہ آن است کہ وے فی اندازد دو دندان پیش را کہ آں را ثنایا گویند دریں عمر"۔ [3]

"مسنّہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس عمر میں وہ اپنے اگلے دو دانت گرا دیتا ہے جنھیں ثنایا کہتے ہیں۔"

"جذعہ" کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے یہ لکھا ہے:

---

[1] لسان العرب ج ۷، ص ۸۶

[2] فتح الباری ج ۱۰، ص ۴ کتاب الاضحیٰ ابن حجر عسقلانیؒ

[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۴۹ (عبد الحق محدث دہلویؒ)

"جَذَعَةٌ مِنَ الضَّأْنِ مَا أَكْمَلَ السَّنَةَ"، ؎۱

بعض علماء نے اس سے کم بھی لکھا ہے، علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے:

"وَالْجَذَعُ مَالَهُ سَنَةٌ وَهُوَ الْأَشْهَرُ عِنْدَ أَهْلِ اللُّغَةِ وَغَيْرِهِمْ" ؎۲

"جذع وُہ ہے جو ایک سال کا ہو۔ یہی بات اہلِ لغۃ اور دیگر علماء کے نزدیک مشہور ہے۔"

اس لغوی تشریح سے معلوم ہوا کہ دو دانت گرانے والا مسنّہ ہوتا ہے اور اس سے کم جذع ہوتا ہے۔ اور ان کا اطلاق صرف جانوروں پر ہی ہو سکتا ہے۔ دو دانت والے کی تاکید اور پھر کان، سینگ، لنگڑا نا وغیرہ، جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے چوپایوں میں ہی ممکن ہیں، پرندوں میں ان کا پایا جانا خلافِ واقعہ اور محالِ محض ہے۔ اس لیے قربانی کے سلسلہ میں پرندے صاف طور پر خارج از بحث ہیں۔ چنانچہ موصوف کا پرندے کی قربانی کے سلسلہ میں امام ابن حزم کے قول سے استدلال باطل ہے۔ عید الاضحیٰ کے دن اللہ تعالیٰ کو انسانی اعمال میں سے خون بہانے کے عمل سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی دراصل ابراہیم و اسماعیل (علیہما السلام) کی اطاعت خداوندی کا سبق یاد دلا کر ہمیں اس کے لیے تیار کرتی ہے کہ صرف جانور نہیں بلکہ اگر بیٹے کی گردن پر چھری چلانے کا حکم ملتا تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں اور اپنی جان بھی ہر قسم کی قربانی کے لیے حاضر ہے

؎

ہر کہ در اقلیم لا آباد شد
فارغ از بندِ زن و اولاد شد
مے کند از ماسوای قطعِ نظر
مے نہد ساطور بر حلقِ پسر

؎۱ فتح الباری ج ۱۰، ص ۵

؎۲ حاشیہ سنن ابن ماجہ ص ۲۳۰ جلال الدین سیوطی

قربانی کے بدلے میں کوئی اور چیز درجہ قبولیت حاصل نہیں کر سکتی۔ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے، "قربانی واجب ہو یا سنت، اس کی قیمت صدقہ کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کسی ضعیف سند سے بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپؐ کے خلفاء سے کبھی بھی یہ بات ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے قربانی پر صدقہ کو ترجیح دی ہو۔ قربانی کی قیمت ادا کرنے سے شعائرِ اسلام میں سے بہت بڑا شعار ترک ہوتا ہے۔ ذبح کرنا اور خون بہانا اصحاب وسعت پر لازم ہے۔" [۱]

گیارھویں صدی ہجری کی فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب درِ مختار میں ہے:

"قربانی کا رکن قربانی کے جانور کا ذبح کرنا ہی ہے کیونکہ اس میں واجب الامر جانور کا خون بہانا ہے۔" [۲]

علامہ شامی اس قول کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"خون بہانے کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کی بجائے زندہ حالت میں ہی صدقہ کر دے تو یہ امر ہرگز جائز نہیں ہے اور یہ صورت قربانی کی ادائیگی کی نہیں سمجھی جائے گی۔" [۳]

فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

"کوئی دوسری صورت قربانی کا بدل نہیں ہو سکتی اگر کسی نے قربانی کی بکری ذبح کرنے کی بجائے زندہ حالت میں کسی کو بطور صدقہ دے دی تو اس شخص کے ذمہ بدستور قربانی بحال رہے گی۔" [۴]

مذاہبِ عالم کے مشہور عالم دین مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے فتاوٰی میں ہے:

"قربانی کے عوض نقدی دینا قرآن و سنت سے ثابت نہیں ہے۔" [۵]

قرآن و حدیث کے اصل احکامات میں موشگافیاں کرنے کی بجائے اُن کو ماننا ہی عبادت و اطاعت کہلاتا ہے۔

آخری گزارش: عید الاضحیٰ کے دن قربانی ایک مسلّم حقیقت اور مسلمانوں کا شعار

---

[۱] مرعاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۳۵۰ (ابو الحسن عبید اللہ مبارکپوری) [۲] درِ مختار ج ۴ [۳] ردّ المحتار ج ۵ [۴] فتاوٰی عالمگیری ج ۵ [۵] فتاوٰی ثنائیہ ج ۱ ص ۸۰۳ (ثناء اللہ امرتسریؒ)

ہے اور یہ مسئلہ قرآنِ مجید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، اس طرح سے واضح اور عیاں ہے کہ اس میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کی یہی دلیل کافی ہے کہ قربانی کا حکم ملنے کے بعد آنحضرت ؐ نے اپنی پوری زندگی حضر یا سفر میں کبھی اس کو نہیں چھوڑا۔ اور اس پر مزید یہ کہ آج تک اُمت کا اس پر تعامل ہے۔ اس پر اعتراض کرنے سے اس کی حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہاں اعتراض کرنے والے خود ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن کے متعلق قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

"فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا" (البقرة: ۱۰)

"ان کے دلوں میں بیماری ہے، اللہ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا"

نیز فرمایا:

"يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ" (البقرة: ۹)

"اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ دھوکا اپنی ذات کے علاوہ کسی کو بھی نہیں دیتے اور اس کا احساس بھی نہیں رکھتے۔"

ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا:

"فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ" (آل عمران: ۷)

"وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو متشابہ ہو، شورش کی تلاش میں۔"

قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی بنا پر سخت سزا کی وعید سنائی گئی ہے، فرمایا:

"فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" (النور: ۶۳)

"چاہیے کہ وہ لوگ ڈریں جو مخالفت کرتے ہیں اس (رسول ؐ) کے

حکم کی۔ مبادا انہیں پہنچے ان کو فتنہ یا دردناک عذاب میں مبتلا ہو جائیں۔"
دوسری جگہ پر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے انحراف اور اجماعِ امت سے بُعد کا ذکر کرکے نتیجہ یہ بتایا گیا ہے :

"وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا" (النساء : ۱۱۵)

"اور جو کوئی بھی اس کے بعد، کہ اس پر راہِ ہدایت کھل چکی، رسولؐ کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کے راستہ کے علاوہ (کسی راستہ) کی پیروی کرے گا، ہم اسے کرنے دیں گے جو کچھ وہ کرتا ہے اور پھر اسے جہنم میں داخل کریں گے جو کہ بُرا مقام ہے۔"

پس ہر مسلمان کے لیے یہ امر قابلِ غور ہے کہ کہیں وہ مذہبی، معاشرتی، سیاسی، معاشی اور اخلاقی زندگی کے کسی زاویے میں بھی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کی مخالفت تو نہیں کر رہا ہے۔ اگر کوئی کمی ہو تو جلد توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلے ورنہ اس حالت میں موت آگئی تو انجام برا ہو گا۔ کیونکہ حشر کے روز پچھتانے سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۔ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا" (الفرقان : ۲۷، ۲۸)

"اور جس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا اور کہے گا "کاش میں رسولؐ کے ساتھ راہ پر لگ جاتا، ہائے میری شامت، میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔"

قربانی کے مسئلہ میں نقص نکالنے کی بجائے جانور کی قربانی کرتے وقت جس طرح اس کو دیکھتے ہیں کہ وہ کانا نہ ہو، لنگڑا نہ ہو بلکہ بالکل صحیح سلامت ہو، اس طرح ہم بھی پورے مسلمان ہوں۔ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر نہ ہوں۔ گویا قربانی آدمی کو پختہ مسلمان بننے کی تلقین کرتی ہے۔ ارشادِ الٰہی شاہد عدل ہے :

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ" (البقرۃ: ۲۰۸)

کہ "اے ایمان والو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔" وما علینا الا البلاغ

شعر و ادب

جناب قاری نعیم الحق نعیم

میں عید مبارک بھول گیا!

مغموم سی تھی گلشن کی فضا میں عید مبارک بھول گیا
مسموم سی تھی کچھ آب و ہوا میں عید مبارک بھول گیا
ہر غنچہ و گل تھا شعلہ نما میں عید مبارک بھول گیا
اور لُو کی طرح چلتی تھی صبا میں عید مبارک بھول گیا
افغانستان میں مدت سے بارُود کی بارش ہونے سے
بربادی کا یوں پھیل تھا اگا میں عید مبارک بھول گیا
تو سنتا ہے کیا نغموں کی نوا یہ چنگ و رباب و نے کی ندا
سُن ہند کے مظلوموں کی صدا میں عید مبارک بھول گیا
کشمیر و فلسطیں خون میں ڈوبے خون کے آنسو رُلاتے ہیں
ایران و عراق کی جنگ چھڑا میں عید مبارک بھول گیا
جس چاند کو دیکھ کے اہلِ وطن سب عید مبارک کہتے ہیں
وہی چاند مجھے شمشیر لگا میں عید مبارک بھول گیا
کچھ لوگ تھے کپڑے پہنے ہوئے کمخواب و اطلس و ریشم کے
اک شخص تھا اوڑھے غم کی ردا میں عید مبارک بھول گیا
جس روز بھی ہو دیدار ترا وہی روز ہے روزِ عید مرا
جلووں میں ترے یوں محو ہوا میں عید مبارک بھول گیا